© rasailojaraid.com

محمد اسحاق بھٹی

نواب صدیق حسن خاں کی خدمت قرآن

قرآن مجید وہ کتاب ہدیٰ اور افشردۂ نور ہے، جس کی مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں بے شمار تفسیریں لکھی گئی ہیں، لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ برصغیر پاک و ہند کے اہل علم نے بھی (جس میں اب بنگلہ دیش بھی شامل ہے) اس صحیفۂ مقدسہ کو انتہائی عقیدت و محبت اور بدرجۂ غایت جذبات احترام کے ساتھ مرکز التفات ٹھہرایا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر اور حالات کے مطابق اس کی تعبیر و توضیح کے لیے کوشاں ہوئے۔

برصغیر میں سینۂ لاہوت کے اس آخری راز کا پہلا ترجمہ علاقہ سندھ میں ہوا جو سندھی زبان میں سندھ کے ایک بزرگ نے کیا۔ برصغیر میں جو اس کی پہلی تفسیر معرض تحریر میں لائی گئی وہ بھی سندھی زبان میں وہاں کے ایک عالم قرآن کی سعی بابرکت کا نتیجہ تھی۔ لیکن تفسیر نویسی کی یہ رفیع الشان خدمت انجام دینے کا شرف کس بلند بخت سندھی مفسر کو حاصل ہوا؟ اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ اس عالی ہمت شخص کا نام تاریخ کے پردے میں چھپا ہوا ہے۔

سندھی زبان میں تفسیر قرآن کو ضبطِ کتابت میں لانے کا پس منظر جو بزرگ بن شہریار نے اپنی کتاب "عجائب الہند" میں بیان کیا ہے، یہ ہے کہ ۲۷۰ھ میں علاقۂ سندھ کے ایک شہر "اروڑ" کے ہندو راجے نے جس کا نام عربوں کے نزدیک مہروک تھا، منصورہ کے حاکم عبداللہ سے درخواست کی کہ اسے سندھی (بعض مؤرخین کے بقول ہندی) زبان میں مذہبِ اسلام سے متعلق معلومات قلم بند کر کے بھیجی جائیں۔ چنانچہ عبداللہ نے ایک شخص کو بلایا جو اصلاً عراق کا باشندہ تھا، مگر اس کی تعلیم و تربیت اس عہد کے سندھ کے دارالخلافہ منصورہ میں ہوئی تھی، وہ بہت ذہین اور سمجھ دار آدمی تھا اور اس ملک کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ عبداللہ نے اس کے سامنے راجا مہروک کی خواہش بیان کی تو اسے بے حد خوشی ہوئی تھی، اور اس نے ایک نظم میں اسلامی تعلیمات بیان کیں۔ عبداللہ نے یہ نظم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راجا مہروک کو بھیج دی۔ راجا نے یہ نظم سنی تو انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور عبداللہ سے درخواست کی کہ اس شاعر اور عالم کو اس کے دربار میں بھیجا جائے۔ عبداللہ نے اس کو راجا مذکور کے پاس بھیج دیا۔ وہ تین سال اس کے ہاں مقیم رہا اور اس اثنا میں راجا اس سے نہایت محبت و عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔

تین سال بعد ۲۷۳ھ میں وہ عالم، والیٔ سندھ عبداللہ سے ملا تو عبداللہ نے اس سے راجا مہروک کے متعلق کچھ سوالات کیے۔ جواب میں اس نے بتایا کہ جب وہ وہاں سے چلا تو راجا صدقِ دل سے اسلام قبول کر چکا تھا، لیکن حکومت چھن جانے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس عالم نے راجا مہروک سے متعلق بہت سے واقعات عبداللہ کو بتائے، جن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ راجا نے اس سے سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ اس نے راجا کی فرمائش کے مطابق تفسیر لکھنا شروع کی۔ وہ روزانہ چند آیات کی تفسیر لکھ کر اس کو سناتا تھا۔ اس طرح وہ سورہ یٰسٓ کی آیت نمبر ۷۸ پر پہنچا، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ، یعنی منکرِ اسلام کہتا ہے کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ وہ عالم کہتا ہے کہ جب اس نے اس آیت کا ترجمہ سنایا اور تفسیر بیان کی، اس وقت راجا سونے کے تخت پر بیٹھا تھا جو جواہرات سے مرصّع تھا۔ راجا نے کہا "ایک دفعہ پھر اس آیت کی تفسیر بیان کرو" دوبارہ تفسیر بیان کی گئی تو راجا تخت سے نیچے اترا اور چند قدم چلا۔ پھر فرطِ جذبات سے بے قابو ہو کر پیشانی زمین پر رکھ دی، حالاں کہ زمین پر پانی چھڑکا ہوا تھا اور وہ تر ہو چکی تھی۔ راجا اس قدر رویا کہ اس کے چہرے پر مٹی کی تہہ جم گئی۔ پھر سر اٹھایا اور کہا۔

"بے شک وہی رب ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے"

اس کے بعد راجا مذکور نے ایک مکان تیار کرایا جس میں وہ تنہائی میں خدا کی عبادت کرتا اور وقت پر نماز پڑھتا تھا۔ لیکن لوگوں پر یہ ظاہر کرتا تھا کہ تنہائی میں وہ سلطنت کے اہم معاملات پر غور کرتا ہے۔

سندھ کا یہ ایک گم نام عالم اور مفسر تھا، اور جہاں تک برصغیر میں علم تفسیر کی تاریخ کا تعلق ہے، غیر عربی زبانوں میں سندھی پہلی زبان ہے، جسے قرآنِ مجید کے ترجمہ و تفسیر کا فخر حاصل ہوا، اور جس میں اسلامی تعلیمات کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے کے لیے منتخب کیا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے بعد برصغیر میں قرآنِ مجید کی تفسیر نویسی کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہوگیا۔ ان تفسیروں کو ہم پانچ اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔

۱ ۔ عام نوعیت کی تفسیریں ۔

۲ ۔ مختلف فقہی یا علمی نقطہ ہائے نظر کی تفسیریں ۔

۳ ۔ وہ تفسیریں جن میں تفسیری مواد کم ہے اور مفسر کے علم وفضل کا اظہار زیادہ ہوتا ہے ۔

۴ ۔ قدیم تفسیروں کی شرحیں اور حواشی ۔

۵ ۔ اصول تفسیر ۔

ان تمام قسم کی تفسیروں سے متعلق تفصیل بیان کرنا اس وقت ہمارے موضوع میں شامل نہیں، بات کو آگے بڑھانے کے لیے صرف اشارہ کرنا اور برصغیر کے بعض اہل علم کی چند مشہور تفسیروں کا ذکر کرنا مقصود ہے ۔

اس خطۂ ارض میں جو اہم تفسیریں مختلف ادوار میں لکھی گئیں، ان میں ایک تفسیر " تبصیر الرحمن و تیسیر المنان " ہے جو تفسیر رحمانی کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ تفسیر دو جلدوں میں ہے اور عربی میں ہے اور برصغیر کے ممتاز عالم شیخ علی بن احمد مہائمی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے ۔ شیخ علی بن احمد مہائمی شافعی المسلک عالم تھے ۔ ان کا سنِ وفات ۸۳۵ھ (۱۴۳۱ء) ہے ۔ یہ تفسیر نواب محمد صدیق حسن خان کے خسر اور بھوپال کے مدار المہام منشی جمال الدین خان نے نہایت اہتمام کے ساتھ مصر سے شائع کرائی تھی ۔ بعد میں حیدر آباد (دکن) سے بھی شائع ہوئی ۔

شیخ شہاب الدین دولت آبادی نویں صدی ہجری میں برصغیر کے ایک عالم اجل تھے، انھوں نے " بحر مواج " کے نام سے فارسی زبان میں تفسیر قرآن مجید لکھی ۔

دسویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن احمد گجراتی، علاقہ گجرات (ہندوستان) کے نامور عالم اور معروف مفسر تھے، انھوں نے عربی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر قلم بند کی، جس کا نام " تفسیر محمدی " رکھا ۔

دسویں صدی ہجری ہی کے ایک اور جید عالم شیخ علی متقی برہان پوری تھے، انھوں نے بھی قرآنِ حکیم کی تفسیر رقم فرمائی، جسے " شؤن المنزلات " کے نام سے موسوم کیا ۔ یہ تفسیر عربی زبان میں ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیارھویں صدی ہجری کے معروف ہندی عالم شیخ محب اللہ الٰہ آبادی نے "ترجمۃ الکتاب" کے نام سے ایک تفسیر سپردِ قلم کی - اس تفسیر کو "المراتب الاربعہ" بھی کہا جاتا ہے - یہ تفسیر بھی عربی میں ہے - گیارھویں صدی ہجری ہی میں دربارِ اکبری کے مشہور عالم ابوالفیض فیضی نے "سواطع الالہام" کے نام سے عربی میں بے نقط تفسیر لکھی -

بارھویں صدی ہجری کے فاضلِ اجل شیخ احمد بن ابوسعید امیٹھوی نے جو ملّا جیون کے عرف سے معروف تھے، عربی میں ایک تفسیر لکھی جسے "التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ" کے نام سے موسوم کیا -

تیرھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے عربی زبان میں ایک تفسیر لکھی جسے اپنے مرشد اور استاد مرزا مظہر جانِ جاناں کی طرف منسوب کیا اور اس کا نام "تفسیر مظہری" رکھا -

سرزمین برصغیر کے علمائے عظام نے قرآن مجید کے تراجم کی طرف بھی عنانِ توجہ مبذول کی -

ہندوستان کے مغل بادشاہ نورالدین محمد جہانگیر کو قرآن حکیم سے قلبی لگاؤ تھا، اس نے اپنے دور کے ایک عالم دین شیخ محمد بن جلال الدین حسینی گجراتی سے، قرآن کا فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ ترجمہ لفظی ہو، الفاظِ قرآن سے کوئی لفظ زائد نہ ہو - نیز تاکید کی کہ ترجمہ آسان اور عام فہم ہونا چاہیے - الفاظ اور زبان میں تکلف اور تصنع ہرگز نہیں ہونا چاہیے -

اکتوبر ۱۹۸۶ء کے آخر میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ایک صاحب جو برصغیر پاک و ہند میں قرآن کے فارسی تراجم و تفاسیر کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، ادارہ ثقافت اسلامیہ تشریف لائے - ان سے قرآن کے اس فارسی ترجمے کے بارے میں بات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ انھیں معلوم ہوا ہے کہ قرآن کا ایک فارسی ترجمہ جے پور (راجستان، انڈیا) میں ایک صاحبِ علم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے - کہا جاتا ہے کہ یہ ترجمہ مغل بادشاہ جہانگیر کے حکم سے کیا گیا تھا - انھوں نے بتایا کہ یہ ترجمہ انھوں نے خود نہیں دیکھا - البتہ دیکھنے کا اشتیاق ہے ــــ یہ پہلا ترجمہ ہے جو برصغیر کے ایک عالم نے، ایک حکمران کے کہنے سے فارسی زبان میں کیا -

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ کیا، جسے حلقۂ اہلِ علم میں انتہائی شرفِ قبولیت حاصل ہوا -

شاہ ولی اللہ کے فرزندِ کبیر شاہ عبدالعزیز نے "تفسیر العزیز" تحریر فرمائی جو "تفسیر عزیزی"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نام سے مشہور ہے ۔ اس تفسیر کے صرف دو حصے موجود ہیں ۔ ایک حصہ سورۂ فاتحہ سے پارۂ دوم کے ربع تک ہے، اور ایک حصہ انتیسویں اور تیسویں دو پاروں پر محتوی ہے ۔ افسوس ہے اس تفسیر کے باقی حصے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں ضائع ہو گئے ۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے جو مفسر نامدار نے عمر کے آخری حصے میں جب کہ بینائی ضائع ہو چکی تھی، اپنے ایک شاگرد کو املا کرائی ۔

شاہ عبدالعزیز کے چھوٹے بھائیوں ۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین ۔ نے قرآن کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس وقت کیا، جب اردو زبان بالکل ابتدائی دور میں تھی اور اس کے قواعد و ضوابط معرض وجود میں نہیں آئے تھے ۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں الفاظِ قرآن کو اردو کے قالب میں ڈھالنا، کس درجے مشکل کام تھا ۔ ان دونوں عظیم القدر بھائیوں کے اردو ترجمے نہایت مقبول ہوئے ۔ اہل علم میں ان ترجموں نے بدرجۂ غایت پذیرائی حاصل کی اور تداول و شہرت میں بعد کا کوئی ترجمہ ان کا مقابلہ نہ کر سکا ۔

آیئے اب اس مختصر سے جائزے کے بعد چند سطور میں نواب سید محمد صدیق حسن خاں قنوجی والیٔ بھوپال کی ان خدمات کا ذکر کریں جو انھوں نے قرآن مجید کے سلسلے میں سرانجام دیں ۔

نواب صدیق حسن خاں اصلاً قنوج کے رہنے والے تھے اور ان کے آباد اجداد کا تعلق قنوج ہی سے تھا ۔ لیکن نواب صاحب کے ننھیال امیر المجاہدین سید احمد شہید بریلوی کے شہر رائے بریلی میں سکونت پذیر تھے ۔ نواب صاحب رائے بریلی میں ہفتے کے دن ۱۹ ۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ کو پیدا ہوئے ۔ ان کے نانا مفتی محمد عوض عثمانی تھے جو اپنے علاقے اور عہد کے نامور عالم تھے ۔ نواب صاحب تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کرنے کے بعد دینی اور دنیوی اعتبار سے مرتبۂ عالی پر فائز ہوئے ۔

بلا شبہ وہ علامۂ زماں، ترجمانِ قرآن و حدیث، ماہر علوم عربیہ اور فقہ و اصول کے جیّد عالم تھے ۔ ایک دور ایسا آیا کہ وہ ملکۂ بھوپال نواب شاہ جہاں بیگم کے دربار میں پہنچے اور سرکاری خدمات انجام دینے لگے ۔ اس کی تفصیل میں جانا مقصود نہیں، لیکن بالآخر نواب شاہ جہاں بیگم ان کے علم و فضل اور انتظامی امور سے اس درجہ متاثر ہوئیں کہ ان کے حبالۂ عقد میں آگئیں اور ۱۰ ۔ شعبان ۱۲۸۹ کو انھیں بھوپال کے منصب نوابی سے سرفراز کر دیا گیا اور حکومت برطانیہ کی طرف سے "نواب والا جاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خاں بہادر" کا خطاب عطا ہوا، اور ان کے اعزاز میں اس موقعۂ مسرت پر سترہ توپیں داغی گئیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نواب صاحب ممدوح ریاست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم کے بھی مالک تھے اور ریاستِ عمل کے بھی، اور دونوں کی حفاظت اُنھوں نے نہایت حُسن و خوبی سے کی ۔

اس کے بعد حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ انھیں حکومتِ برطانیہ کے مخالف کی حیثیت سے پیش کیا گیا ۔ ان کے خون میں یوں کہ ایک مجاہد کے خون کی آمیزش تھی ، یعنی ان کے والد سید اولاحسن قنوجی امیر المجاہدین سید احمد شہید کے حلقۂ ارادت سے منسلک تھے اور ان کے ساتھ جہاد کے لیے بھی گئے تھے اور جماعتِ مجاہدین سے وابستہ رہے تھے ، لہذا بیٹے پر بھی یہ الزام عائد کیا گیا اور کہا گیا کہ ان کی تصنیفات میں جہاد کا رنگ غالب ہے اور یہ ہندوستان میں " وہابیت " کی نشرو اشاعت کر رہے ہیں ، جس کا مطلب بغاوت ہے ، انگریزی حکومت اسے برداشت نہیں کر سکتی ۔ نیز یہ اپنی بیگم کو شرعی پردے میں رکھتے ہیں ۔ ان الزامات کی وجہ سے حکومت برطانیہ نے ۱۴ - ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ کو ان سے تمام خطابات چھین لیے ، منصب نوابی سے علیحدہ کر دیا گیا اور ریاست بھوپال کے ہر قسم کے انتظامی معاملات میں دخل اندازی سے اُنھیں روک دیا گیا ۔

اس کے بعد ان کی اہلیہ نواب شاہ جہاں بیگم کی کوششوں سے صرف اتنا ہوا کہ ابتدائے ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ کو ان کا خطاب " نواب " حکومتِ برطانیہ نے بحال کر دیا ۔

ارضِ ہند کا یہ عالمِ کبیر اور لعل درخشاں ۵۹ سال ، تین مہینے اور چھ دن عمر پا کر ۲۹ - جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ کو شب کی تاریکی میں جنت کی راہ پر گامزن ہوا ۔

نواب صدیق حسن خاں کی تصنیفات کا دائرہ بہت وسیع ہے ۔ عربی ، فارسی اور اردو میں اُنھوں نے ۲۲۳ کتابیں تصنیف کیں ۔ تفسیر وحدیث ، شروحِ حدیث ، فقہ وعقائد ، تاریخ وسیر ، تصوف و اخلاق ، ادبیات اور خلافیات وغیرہ ہر موضوع سے متعلق اُنھوں نے کتابیں لکھیں ، جو اہل علم اور اصحابِ قلم کے نزدیک انتہائی اہمیت کی حامل ہیں ۔

ذیل کی سطور میں صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ تفسیر قرآن کے باب میں ان کا دائرۂ تصنیف کہاں تک ممتد ہے ۔ اس موضوع پر انھوں نے سات کتابیں سپردِ قلم کیں جو اپنے دامنِ صفحات میں معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ لیے ہوئے ہیں اور وہ کتابیں یہ ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱ - **فتح البیان فی مقاصد القرآن** :- یہ تفسیر عربی میں ہے اور چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ زبان بڑی شگفتہ اور علمی ہے۔ پہلی مرتبہ نواب صاحب کی زندگی میں بھوپال میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد نواب صاحب نے اس کے متعدد مقامات پر بہت سے اضافے کیے اور پھر خود ہی دس جلدوں میں اسے مصر سے طبع کرایا۔ یہ تفسیر بڑے سائز کے چار ہزار سے زائد صفحات پر محیط ہے۔

۲ - **ترجمان القرآن بلطائف البیان** :- یہ تفسیر اردو زبان میں ہے۔ عمر کے آخری دور میں ۱۳۰۲ھ کو لکھنا شروع کی تھی۔ سب سے پہلے انتیسویں اور تیسویں دو پاروں کی تفسیر ایک جلد میں مکمل کی۔ اس کے بعد ابتدائے قرآن یعنی سورہ فاتحہ سے آغاز کیا اور آخر سورہ کہف تک چھ جلدیں سپرد قلم کیں۔ اس طرح سات جلدیں مکمل ہوگئیں تو اپنے شاگرد رشید اور ممتاز عالم مولانا ذوالفقار احمد سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور قویٰ میں اضمحلال آگیا ہے، اس لیے اس سے آگے تفسیر لکھنا میرے لیے ممکن نہیں، البتہ دوسرے موضوعات سے متعلق چھوٹی چھوٹی کتابیں اور رسالے لکھ سکتا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ سورہ مریم سے لے کر سورہ تحریم تک تفسیر وہ یعنی مولانا ذوالفقار احمد لکھیں۔ مولانا نے پہلے تو کچھ عذر پیش کیے۔ لیکن جب ۲۹۔جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ (۱۷ فروری ۱۸۹۰ء) کو نواب صاحب وفات پاگئے تو مولانا ممدوح نے اس اہم کام کی تکمیل کا فیصلہ کر لیا۔ انھوں نے ۲۳۔صفر ۱۳۰۸ھ کو چہار شنبہ اور پنجشنبہ کی درمیانی رات کو اس کار خیر کا آغاز کیا اور کچھ عرصے بعد آٹھ جلدیں لکھ ڈالیں۔ اس طرح پندرہ جلدوں میں یہ تفسیر مکمل ہوگئی۔

اردو زبان میں یہ پہلی تفسیر ہے جو بہت مفصل ہے اور جس میں مطالب قرآن وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس سے قبل اگرچہ اردو میں شاہ عبدالقادر دہلوی کی تفسیر موضح قرآن معرض تحریر میں آچکی تھی، لیکن وہ زیادہ تفصیل کی حامل نہ تھی۔ نواب صاحب نے موضح قرآن کے اہم مضامین کو بھی اس میں سمیٹ لیا ہے، اس کے علاوہ فقہی نوعیت کے مسائل بھی جو قرآن میں مذکور ہیں، اس میں نہایت عمدگی سے بیان کیے گئے ہیں۔

اس تفسیر کی زبان بہت اچھی اور رواں ہے، ہر بات آسانی سے قاری کے فہم کی گرفت میں آجاتی ہے، بلکہ جیسے جیسے قاری اس کے مطالعے میں آگے بڑھتا جاتا ہے، اسی نسبت سے دلچسپی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تفسیر سب سے پہلے مطبع احمدی لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ بڑی تقطیع کے تقریباً پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی اس تفسیر کو مکمل کرنے کی غرض سے موضع کھڈیاں (ضلع قصور) کے ایک عالم مولانا محمد مرحوم نے بھی سورہ مریم سے لے کر سورہ تحریم تک "ترجمان القرآن بلطائف البیان" کے نام سے تفسیر لکھی تھی۔

۳ - **تذکیر الکل بتفسیر الفاتحہ واربع قل**:- یہ کتاب اردو میں ہے اور سورۂ فاتحہ اور سورہ قل یعنی قل یاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ، قل هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُل اَعُوْذُ بِرَبِّ الفلق اور قُل اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی تفسیر ہے۔ ان پانچ سورتوں کی اردو میں یہ بہترین تفسیر ہے۔ سترّ صفحات میں ہے۔ نواب صاحب کی زندگی میں ۱۳۰۷ھ سے قبل معرضِ اشاعت میں آئی۔

۴ - **نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام**:- یہ عربی زبان میں ہے اور قرآن مجید کی ان ۲۳۶ آیات کی تفسیر ہے جو احکام سے متعلق ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ بڑے سائز پر ۱۲۹۲ھ میں بھوپال سے شائع ہوئی دوسری دفعہ ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء) کو مصر سے شائع کی گئی۔ چار سو صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اپنے موضوع کی یہ نہایت عمدہ تفسیر ہے۔

۵ - **فصل الخطاب فی فضل الکتاب**:- یہ کتاب اردو میں ہے اور قرآن مجید کے فضائل پر محیط ہے۔ اپنے موضوع کی یہ بہت اچھی کتاب ہے۔ پہلے بھوپال میں طبع ہوئی۔ پھر ۱۳۱۴ھ کو مطبع فاروقی دہلی سے شائع کی گئی۔ بڑے سائز کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۶ - **اکسیر فی اصول التفسیر**:- یہ کتاب فارسی میں ہے اور دو حصّوں میں ہے۔ حصّۂ اول میں کتب تفسیر کا تعارف کرایا گیا ہے اور حصّۂ دوم میں مفسرین کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ موضوع سے متعلق یہ پہلی کتاب ہے جو ارضِ ہند کے ایک عالم نے تصنیف کی۔ فاضل مصنف نے اسے حروف تہجی کی ترتیب سے تحریر کیا ہے۔ ۱۲۹۰ھ کو مطبع نظامی کان پور سے اشاعت پذیر ہوئی۔ بڑی تقطیع کے ۱۳۰ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۷ - **افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ**:- یہ کتاب دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ آیاتِ قرآن کے بارے میں اور دوسرا حصہ احادیث کے ناسخ و منسوخ سے متعلق ہے۔ مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء) کو طبع ہوئی۔ یہ ۱۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

© rasailojaraid.com